☆ شاہین زیدی

مادری، پہلی اور ثانوی زبان

انسان وہ واحد ہستی ہے جسے ذہین کہا جا سکتا ہے۔ جو نت نئے تجربات کر کے کچھ نا کچھ دریافت کرتا رہتا ہے۔ یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ تلاش و جستجو فطرتِ انسانی کا حصہ ہے۔ خدا نے انسان کو بے پناہ صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے۔ انہی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے انسان نے اپنے منہ سے آوازیں نکالنا شروع کیں یعنی حضرتِ انسان نے اپنے جذبات کے اظہار اور ادائے مفہوم کے ساتھ ساتھ الفاظ و معانی کی ایک دنیا دریافت کی جسے زبان کا نام دیا گیا۔ انسان کیلئے فطرتاً نقالی کرنا آسان کام تھا اس نے خیالات و جذبات اور مادیات کی نقالی مرکب آوازوں سے شروع کی جسے ہم ''لفظ'' کہتے ہیں۔ انسان نے پہلے اپنی آوازوں کی نقالی کی پھر وہی نام رکھ لیے۔(۱)

زبان ایک ایسا ذریعہ ہے جو ہمارے احساسات، جذبات اور خیالات معاشرے کے دیگر افراد تک پہنچاتا ہے۔ زبان کے ذریعے انسان اپنی ضروریات، حاجات، کا اظہار بھی کرتا ہے۔ زبان انسانی سرگرمی اور عمل ہے جس کا مقصد خیالات و جذبات کا اظہار ہے۔''Otto,Jesperson''

F.De-Sassure کے مطابق زبان خیالات اور افکار کا اظہار کرنے والی علامتوں کا نظام ہے۔

یہی نہیں بلکہ ''اے ویز'' نے زبان کی آلاتی، تکلمی اور علامتی حثیتوں کو اہمیت دی ہے اور ساختیاتی حیثیت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے نیز غور و فکر، شعور، آگہی اور ذہنی رابطوں کے سلسلے میں زبان میں کردار کی نشاندہی کی ہے۔ ان تعریفوں کے جائزے سے زبان کی ماہیت سے متعلق یہ انسباط کیا جا سکتا ہے۔

i) زبان انسان کی تکلمی یا نطقی آوازوں سے تشکیل پاتی ہے۔

ii) علامتی حیثیت رکھتی ہے۔

iii) اختیاری اور متفق علیہ ہے Artitary ہوتی ہے۔

iv) یہ ایک نظام ہے۔

v) ابلاغ کا ذریعہ بنتی ہے۔

''ویبٹر'' کی نیو انٹرنیشنل ڈکشنری میں زبان کی جو تعریف ملتی ہے وہ نسبتاً جامع ہے۔ سنائی دینے والی نطقی آوازیں جو زبان ''جیبھ یا آلہ گفتگو'' اور متصلہ اعضائے نطق کے باہمی عمل سے وضع ہوتی ہے۔۔۔ الفاظ کا مجموعہ اور انہیں باہم ربط و ترکیب دینے کے طریقے جو انسانی گروہ میں مستعمل سمجھے جاتے ہوں خصوصاً جب وہ عرصے تک استعمال ہوتے رہنے کی وجہ سے مکمل اور مستعمل ہو چکے ہوں زبان کہلاتے ہیں۔

بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے کانوں میں آوازیں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں پھر وہ ان آوازوں پر مختلف ردِ عمل کا اظہار بھی کرنے لگتا ہے عمر کے ساتھ ساتھ یہ عمل بھی بڑھنے لگتا ہے ماحول میں وسعت بچے کے تجربات میں اضافہ کرتی ہے۔ اس طرح اس کے سننے کی صلاحیت میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بچہ بار بار کی آوازیں سن کر سمجھنے لگتا ہے اور پھر اس کو معلوم ہونے لگتا ہے کہ مختلف آوازوں کا مطلب اور مفہوم کیا ہے۔

ماں کی گود اور ماحول کی آغوش ہی اس کی پہلی درس گاہ بن جاتی ہے۔ سننے اور سیکھنے، سمجھنے کا عمل فطری اور قدرتی ہوتا ہے۔ چونکہ زبان سیکھنے کے عمل کا آغاز ''ماں'' کی گود سے ہوتا ہے اس لیے عموماً اسے ''مادری زبان'' کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''ایسی زبان جس میں کوئی فرد فطرتی انداز میں معاشرے کے دوسرے افراد کے ساتھ ابلاغ کر سکتا ہے'' مادری زبان کہلاتی ہے۔

بچہ چونکہ سب سے پہلے ''بولنا'' اپنی ماں سے سیکھتا ہے البتہ اگر کسی فرد کی ماں اور باپ کی مادری زبانیں الگ الگ ہیں تو فرد کی وہی زبان ''مادری

☆ ایم فل اردو سکالر 16-2014، منہاج یونیورسٹی لاہور۔

زبان'' کہلائے گی جو اس کی ماں بولتی ہے۔ ہر شخص اپنی مادری زبان کے ان عناصر اور ان خواص و مطالب کو لاشعوری طور پر سیکھ لیتا ہے اور برتتا ہے اس طرح وہ اپنی زبان کی مکمل صلاحیتوں سے کام لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔(۲)

مادری زبان کے پہلو بہ پہلو کوئی فرد اپنے باپ یا اہل خانہ سے جو زبان سیکھتا ہے وہ اس کی ''پہلی زبان'' کہلاتی ہے۔ مثلاً ایک فرد کی ماں سندھی بولتی ہے اور اس کا باپ یعنی عورت کا شوہر اردو بولنے والا ہے تو بچے کی ''مادری زبان'' تو سندھی ہوگی لیکن والد کے ساتھ اردو بول چال کی وجہ سے اردو اس کی ''پہلی زبان'' ہو گی۔

پہلی زبان کی صوتی عادتیں نئی زبان کے اکتساب کے دوران اجزاء آواز کے مخارج اور طریق اجراء کو متاثر کرتی ہیں۔ نئی زبان اگر سیکھ بھی لی جائے تو اسے بولتے وقت پچھلی صوتی عادتیں غیر شعوری طور پر کچھ نہ کچھ کرشمہ ضروری دکھا سکتی ہیں اور معیار سے تھوڑا بہت انحراف بھی کر سکتی ہیں۔(۳)

زبانیں انسان کی ضرورت حالات، خیال، شخصی رویے، موڈ مزاج اور موسمی حالات کی انگلی پکڑ کر چلتی ہیں۔ وہ اظہار کی تختی تنگی اور کجی سے نپٹنے کے لیے راہیں تلاش کرتی رہتی ہیں، الفاظ گھڑتی ہیں در آمد کرتی ہیں الفاظ کے نئے معنی مفاہیم اور استعمالات دریافت کرتی رہتی ہیں یہ حقیت اپنی جگہ استحکام رکھتی ہے کہ زبانیں انسان کی میراث ہیں۔(۴)

یہ ضروری نہیں کہ فرد اپنی پہلی زبان عموماً اور ہمیشہ استعمال کرے، وہ بعض ضرورتوں اور تقاضوں کے تحت کسی دوسری زبان کو بھی کام میں لا سکتا ہے بشرطیہ کہ اسے ''ثانوی زبان'' کی حیثیت سے سیکھ چکا ہو جس ملک میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں اس میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

کسی فرد کی مادری زبان، پہلی زبان، اور ثانوی زبان مختلف سیاق و سباق کی حامل تین الگ الگ زبانیں ہیں۔ انہیں باہم مدغم کرنا درست نہیں خصوصاً مادری زبان، اور پہلی زبان کی الگ الگ حیثیت ہے۔ مادری زبان تو پہلی زبان ہو سکتی ہے مگر ضروری نہیں کہ پہلی زبان بھی مادری زبان ہی ہو۔

حوالہ حواشی:

۱) الٰہی بخش اختر اعوان ڈاکٹر، معاشرے میں زبان کا کردار، مخزن بریڈفورڈ، ص ۵۷

۲) خلیل صدیقی، زبان کیا ہے، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۴۲

۳) ایضاً۔ ص ۴۳

۴) ایضاً۔ ص ۴۴